مولانا عزیز زبیدی

سیاسیات کے سلسلے کے چند عام مسائل

سیاست | سیاست کو لوگ "دُنیا داری" تصور کرتے ہیں حالانکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہمارے نزدیک "سیاست" دین ہے اور نبی کے بعد اس کی جانشینی کا نام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی و انہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون۔ الحدیث (بخاری۔ ابوھریرۃ)

بنی اسرائیل کا نظام سیاست ان کے انبیاء کے ہاتھ میں ہوتا تھا، جب ایک نبی کی وفات ہو جاتی، دوسرا اس کا جانشین آجاتا تھا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، ہاں خلفا ہوں گے اور وہ بہت ہوں گے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے۔

لی النبوۃ و لکم الخلافۃ (ابن عساکر۔ ابن عباس)

نبوت صرف میرے لیے اور خلافت تمہارے لیے۔

خلافت نبی کی جانشینی کا نام ہے۔ ظاہر ہے کہ نبی کی سیاست بھی دین ہوتی ہے اور اس کے جو جانشین ہوتے ہیں، وہ بھی نبی کی اسی امانت کے وارث ہوتے ہیں اور وارث ہونے چاہئیں۔

سیاست کو "دنیا" سمجھنے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ لوگ اس سلسلہ میں جو مناسب احتیاط چاہیے نہیں کرتے۔ جیسا امیدوار ہو، اس کو اپنے نجی مفاد کے مطابق سر آنکھوں پر رکھ لیتے ہیں اور ملک و ملت کے سلسلہ میں ان کے ہاتھوں جو کچھ ہو جاتا ہے، اس کی پروا نہیں کرتے۔

دینی سیاست کے معنی ہیں کہ نظام حکومت، دین برحق کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا جائے اور اسلام کی ہدایات کے مطابق نافذ کیا جائے۔

قرآن کریم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ فرمایا۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ۔ الحج ع

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر زمین میں ہم ان کو اقتدار دے دیں تو وہ نمازیں قائم کریں گے۔ زکوٰۃ دیں گے۔ اچھے کام کے لیے کہیں گے اور برے کاموں سے روکیں گے۔

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی سیاست اور اقتدار نری دُنیا نہیں دین بھی ہے۔

سیاست امانت ہے | سیاست دینیہ کا نام قرآن کریم نے "امانت" رکھا ہے۔ حدیث شریف میں بھی اس کا نام "امانت" آیا ہے (انها امانة۔ رواہ مسلم) گویا کہ حکومت خدا ملک اور ملت کی طرف ایک امانت ہے، کاروبار اور خدائی کرنا نہیں ہے۔ خدا کے منشاء، ملک کے مفاد اور ملت اسلامیہ کے نظریۂ حیات کا پورا پورا تحفظ کرنا اس کی غرض و غایت ہے۔ حضرت امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک سیاست عادلہ اور ولایت (حکومت) صالحہ کے دو بنیادی عنصر یہ ہیں۔

ایک امانت اہل امانت کے حوالے کرنا اور دوسرا عدل و انصاف سے فیصلہ کرنا۔

اداء الامانات الى اهلها والحكم بالعدل فهذان جماع السياسة العادلة والولاية الصالحة (السياسة الشرعية ص۲)

اہل ہونے کے معنی | یعنی حکومت اس کے حوالے کی جائے جو اس کے اہل ہوں۔ اہل ہونے کا یہ مطلب ہے کہ،

ا۔ اہلِ علم ہوں اور سیاسی سُوجھ بُوجھ رکھتے ہوں۔ مفاد عامہ اور مصالح دینیہ کی حفاظت کرنے پر قادر ہوں۔

ب۔ دیانت دار اور صالح ہوں۔ ابن الوقت، خود غرض اور اقتدار پرست نہ ہوں۔

نا اہلوں کی حکومت | حضورؐ نے فرمایا کہ،

جب امانت گنوا دی جائے تو قیامت کا انتظار کیجیے۔ صحابہ نے عرض کی۔ ضائع ہونے کے کیا معنی ہیں فرمایا: جب حکومت نا اہلوں کے سپرد کر دی جائے، اس وقت بس قیامت کی راہ دیکھیے۔

اذا ضيعت الامانة فانتظر الساعة قيل يا رسول الله وما اضاعتها؟ قال اذا وسد الامر الى غير اهله فانتظر الساعة (بخاری۔ ابو ھریرہؓ)

ایک خاتون نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا:

مایقاؤنا علی ھذا الامر الصالح الذی جاء اللہ بہ بعد الجاھلیۃ قال بقاءکم علیہ ما استقامت بکم ائمتکم (بخاری - قیس ابن ابی حازم)

وہ نظام صالح جسے جاہلیت کے بعد اللہ لایا، اس پر ہم کب تک قائم رہیں گے؟

فرمایا: جب تک تمہارے حکمران سیدھے رہیں گے۔

صالح اور اہل کا انتخاب قرآن و حدیث کی رو سے معلوم ہوا کہ، سیاست مادر پدر آزاد دنیاداری کا نام نہیں بلکہ یہ ایک "دینی حکمت عملی" ہے جو دنیا کو دین کے زیر سایہ لے کر چلنے کی ضامن ہوتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان لوگوں کو آگے لانے کی کوشش کی جائے جو اس "حکمت عملی اور دینی فریضہ" کے سلسلہ میں مخلص بھی ہوں اور اہل بھی۔ ورنہ یہ خیانت ہوگی، خدا کی، رسول کی اور ملت اسلامیہ کی۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ولی من امر المسلمین شیئاً فولی رجلا وھو یجد من ھو اصلح للمسلمین فقد خان اللہ ورسولہ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ: جو مسلمانوں کے کسی کام کا والی بنا، پھر جان بوجھ کر ایک ایسے شخص کو حاکم مقرر کر دیا، جس سے بہتر ایک شخص مل سکتا ہے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کی۔

اس سے یہ بھی اخذ ہو سکتا ہے کہ بہتر کو چھوڑ کر دوسرے شخص کو منتخب کرنا، اللہ اور اس کے رسول کی بہت بڑی خیانت ہے۔ حاکم کی روایت میں ہے وخان المومنین (حاکم) میں آیا ہے یعنی اس نے مسلمانوں کی بھی خیانت کی۔

حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس شرط پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی تھی کہ: ان لا ننازع الامر اھلہ (بخاری ومسلم) جو اہل ہے اس سے حکومت نہیں چھینیں گے۔"

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ:

من سودہ قومہ علی الفقہ کان حیوۃ لہ ومن سودہ قومہ علی غیر فقہ کان ھلاکا لہ ولھم (دارمی - عن تمیم الداری)

جس کو قوم نے اس کی فہم و فراست کی بنا پر امیر بنایا وہ اس کے لیے حیات بخش ثابت ہوگا اور جس شخص کو قوم نے فہم و ہوش کے علاوہ کسی اور وجہ سے امیر بنایا وہ خود بھی ڈوبے گا اور ان کو بھی لے ڈوبے گا۔

کیا ہمارے ملک میں یہی کچھ نہیں ہو رہا ہے؟ بہتر آدمی کو چھوڑ کر دوسروں کو محض ان کے اثر و رسوخ یا دھن دولت اور برادری کی وجہ سے ووٹ دے کر کامیاب بنایا جاتا ہے۔ اور جو لوگ عقل و ہوش، سیاسی سمجھ بوجھ کے حامل اور دیانتدار ہیں وہ کھڑے تماشا دیکھتے رہتے ہیں، ان کو پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتے آج جو لوگ کام کے نیک آدمیوں کو نظر انداز کر رہے ہیں ان کو اس کے نتائج کا اسی وقت اندازہ ہوگا جب ان کی آنکھیں بند ہوں گی۔

جتھے اور برادری کی للچ آج کل جتھے اور برادریاں بہت بڑی مصیبت بن رہی ہیں۔ ان کی خاطر لوگوں کو اندھے کنوئیں میں بھی چھلانگ لگانی پڑے تو نہیں چوکتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

لیس منا من دعا الی عصبیۃ ولیس منا من قاتل عصبیۃ ولیس منا من مات عصبیۃ۔ (ابو داؤد۔ عن جبیر)

وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے قومی عصبیت کی طرف دعوت دی اس شخص سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں، جو قومی عصبیت کے لیے لڑتا ہے اور وہ شخص ہمارا کچھ نہیں لگتا جو قومی عصبیت پر مرا۔

غرض یہ ہے کہ اعانت کا معیار، ذات پات کی بجائے اہلیت ہو۔ جو ذات پات کو معیار بنا کر بیٹھ جاتا ہے۔ ظاہر ہے وہ اسلام کی روح کے خلاف کرتا ہے ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حق کے لیے اپنی قوم سے کیوں لڑتے۔

یہی کیفیت سیاسی جماعتوں کے کارکنوں اور ارکان کی ہے کہ وہ اپنی جماعت کے گھٹیا آدمی کی حمایت کے لیے بھی جان کی بازی لگا لیتے ہیں مگر اس کے مقابلے میں جو ملک و ملت کے لیے مفید اور بہتر ہوتا ہے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عن ابن مسعود: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من نصر قومہ علی غیر الحق فھو کالبعیر ردی فھو ینزع بذنبہ۔ (ابو داؤد)

جس شخص نے ناحق اپنی قوم کی حمایت کی، وہ اس اونٹ کی مانند ہے جو کنوئیں میں گر پڑے پھر اس کو اس کی دم پکڑ کر کھینچا جائے۔

حضرت امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں۔

فان عدل عن الاحق الاصلح الی غیرہ لاجل قرابۃ بینہما او ولاء عتاقۃ او صداقۃ او موافقۃ فی بلد او مذھب او طریقۃ او جنس کالعربیۃ والفارسیۃ والترکیۃ والرومیۃ.... او لضغن فی قلبہ علی الاحق او عداوۃ بینہما فقد خان اللہ ورسولہ والمومنین ودخل فیما نھی عنہ فی قولہ تعالٰی یایھا الذین امنوا لاتخونوا اللہ والرسول وتخونوا اماناتکم وانتم تعلمون (السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ ص۴)

اگر امیر یا بادشاہ کسی زیادہ مستحق اور زیادہ لائق آدمی کو نظر انداز کر کے کوئی عہدہ اس بنا پر کسی دوسرے شخص کو دے دے کہ وہ اس کا قرابت دار یا دوست یا ہم مشرب یا ہم مذہب یا ہم وطن یا ہم جنس مثلاً عربی، فارسی، ترکی، رومی ہے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں سے غداری کی ...... یا وہ دل میں اس کے خلاف کینہ یا دشمنی کے جذبات رکھتا ہے (یا کسی اور وجہ سے مستحق پر غیر مستحق کو ترجیح دیتا ہے) تو اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے بے وفائی کی، ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی اس نہی میں داخل ہے۔

اے مسلمانو، اللہ اور اس کے رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ ہی جان بوجھ کر ان امانتوں میں خیانت کرو۔

رشوت یا قربت کی بنا پر ترجیح دینا حضرت امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

اولرشوۃ یاخذھا منہ من مال او منفعۃ او غیر ذلک من الاسباب...... ثم قال واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ وان اللہ عندہ اجر عظیم فان الرجل لحبہ لولدہ او لعتیقہ قد یوثرہ فی بعض الولایات او یعطیہ مالا یستحقہ فیکون قد خان امانتہ (السیاسیۃ الشرعیۃ)

اسی طرح اگر اس نے) رشوت لے کر یا کسی اور منفعت وغیرہ کی وجہ سے اہل آدمی کو نظر انداز کر

کے نااہل کو ترجیح دی۔ (تو اس نے بھی، رسول اور مسلمانوں سے بے وفائی کی) اور یاد رکھو کہ تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر موجود ہے۔

یقین کیجیے: ایک شخص بسا اوقات پدری محبت کی بنا پر بعض عہدوں میں اپنی اولاد یا غلام کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے یا اس کو کوئی ایسی شے دیتا ہے جس کا وہ شخص شرعاً مستحق نہیں ہوتا وہ بھی امانت میں خیانت کرتا ہے۔

ثم ان المؤدی للامانة مع مخالفة هواه يثبته الله فيحفظه في اهله وماله بعده والمطيع لهواه يعاقبه الله بنقيض قصده فيذل اهله ويذهب ماله (السياسة الشرعية)

ثم وہ شخص اگر اپنی خواہش نفس کے خلاف امانت ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے گا اور اس کی وفات کے بعد اس کے اہل وعیال کی حفاظت کرے گا اور جو شخص اس میں اپنی خواہش نفس کا مطیع ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے مقصد میں ناکام رکھ کر عذاب دے گا۔ اس کے اہل وعیال کو ذلیل ورسوا کرے گا اور اس کے مال و متاع کو برباد کرے گا۔

گو ان سے غرض خلیفہ کو متوجہ کرنا ہے کہ جو حکام مقرر کرے وہ اہل ہوں، دیانت دار ہوں اور ملک وملت کے لیے مفید ہوں، تاہم جن نمائندوں کا ہم انتخاب کرتے ہیں، ان کا بھی یہی حکم ہے۔ جو شخص رشوت لے کر غیر مستحق کو ووٹ دے کر مستحق دیانتدار اور اہل انسان کی راہ مارتا ہے۔ وہ بہت ہی خسارے کا سودا کرتا ہے، ملک و قوم کے مستقبل کو غارت کرتا ہے اور اپنی آخرت برباد کر کے خدا اور ملت اسلامیہ کی نگاہ میں رسوا ہوتا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں نبوی وراثت ارضی کے اہل اور وارث وہی ہونے چاہئیں جو بہترین اور صالح لوگ ہوں، جو مقصد ہے وہ ان کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔ حضرت امام ابن کثیر فرماتے ہیں۔

اسلامی سوسائٹی کے نکوکار افراد روئے زمین پر خدا کے نائب ہیں، انسانیت کے رہنما اور لیڈر ہیں۔ انسانوں کے والی اور نگران ہیں اور وہی دنیا کے بہتر منطقوں میں بہتر نظام قائم کرنے پر مامور ہیں۔" (اسلام کا نظام حکومت ص ۲۳۱ بحوالہ تفسیر ابن کثیر ص ۳۰۰)

قوم اور ملت اسلامیہ کی یہ کتنی بدنصیبی ہے کہ:

جو لوگ انتخاب میں حصہ لیتے ہیں، ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو ننگ دین بھی ہیں اور ننگ قوم بھی، اسلامی تعلیمات سے بالکل بے خبر، قرآنی علم وعمل کے لحاظ سے بالکل کورے، ان کی نجی زندگی حد درجہ گھناونی اور ان کی ذہنی اڑان حد درجہ پست، نگاہ کوتاہ، فکر محدود، کردار میں بھرپور سطحیت، اکثر "رنگیلے شاہ" "راج دلارے" اگر ان کے پاس جاگیر اور دولت نہ ہوتی تو ان کو قوم کے جوتوں میں بھی جگہ نہ ملتی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ملت اسلامیہ میں جان ہوتی تو کیا یہ لوگ ہمارے سر کا تاج بن سکتے تھے۔

اب بھی وقت ہے کہ، جو امانت خدا نے آپ کے حوالے کی ہے اس کی پوری درد و سوز کے ساتھ حفاظت کریں، یہ نبوی مسند ان ناپاک لوگوں کے سپرد نہ کریں جس پر کبھی ابوبکر وعمر، عثمان وعلی رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے پاک لوگ بیٹھا کرتے تھے، جب ایسے ناہنجار اور نابکار لوگ ملت اسلامیہ کی اس سب سے اونچی اور پاک گدی پر براجمان ہوتے ہیں تو کیا آپ کو غیرت اور شرم نہیں آتی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پاک اور معصوم گدی کو کن نااہل لوگوں کے حوالے کر رہے ہیں۔

عورتوں کی سربراہی عورتوں کے ان تجربات سے فائدہ اٹھانا کچھ برا نہیں، جو صرف وہی بنا سکتی ہیں لیکن یہ بات کہ ان کو قوم کی لیڈر بھی بنا دیا جائے دین اسلام کی تعلیمات سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔

جنگ جمل ۳۶ھ میں ہوئی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف لڑنے کے لیے کہا گیا تو انھوں نے انکار کر دیا تھا چنانچہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لقد نفعنی اللہ بکلمۃ سمعتھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام الجمل بعد ما کدت ان الحق باصحاب الجمل فاقاتل معھم قال لما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اھل فارس قد ملکوا علیھم بنت کسریٰ قال لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ (بخاری باب کتاب النبی صلعم الی کسریٰ وقیصر)

جنگ جمل کے دن مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی بات سے نفع دیا جو میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنی تھی، بعد اس کے کہ قریب تھا کہ میں جمل والوں سے جا ملتا اور ان کے ساتھ ہو کر لڑائی کرتا۔ فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ اہل ایران نے کسریٰ کی صاحبزادی کو اپنا حکمران بنا لیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ:

ایسی قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جس نے اپنی باگ ڈور ایک عورت کے سپرد کر دی۔

یہ کہہ کر دراصل حضرت ابوبکرہؓ نے معذرت کی کہ چونکہ حضرت صدیقہ اس گروہ کی رہنما ہیں اس لیے اس حدیث کی رو سے اس میں شمولیت جائز نہیں۔ چنانچہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اپنی اس لغزش پر عمر بھر پچھتاتی رہی تھیں۔ ابن سعد میں ہے کہ وہ کہا کرتی تھیں: اے کاش میں درخت ہوتی اے کاش میں پتھر ہوتی، اے کاش میں روڑا ہوتی، اے کاش میں نیست و نابود ہوتی (طبقات ابن سعد) بخاری میں ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے فرمایا تھا کہ مجھے حضور کے ساتھ دفن نہ کرنا بلکہ آپ کی دوسری بیویوں کے ساتھ دفن کرنا۔ (لا تدفنی معھم وادفنی مع صواحبی بالبقیع لا ازکی بہ ابدا۔ بخاری باب ما جاء فی قبر النبی) مستدرک حاکم میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ میں نے آپ کے بعد ایک جرم کیا ہے (حاکم) طبقات ابن سعد میں ہے کہ:۔

جب وہ یہ آیت پڑھتی تھیں، وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ (اے پیغمبر کی بیویو! اپنے گھروں میں ٹھہری رہو) تو اس قدر روتی تھیں کہ آنچل تر ہو جاتا تھا۔

غرض یہ ہے کہ عورت کا دائرہ کار گھر ہے۔ قومی اقتدار، ملکی سیاست اور ملی نمائندگی نہیں ہے۔ جو عورتوں کو سیاست کے میدان میں لا رہے ہیں، ان کے لیے ان کو گھروں میں رکھنا مشکل ہو جائے گا اور سیاست میں اس قدر گندگی اور سڑاند پیدا ہو جائے گی کہ اس میں کسی شریف اور سنجیدہ انسان کے لیے سانس لینا دشوار ہو جائے گا۔

جمہوریت اسلام میں جو جمہوریت ہے، اس سے مختلف ہے جس کا اس وقت غوغا اور چرچا ہے۔ مروج جمہوریت میں نمائندگان قوم، دستور ساز بھی ہوتے ہیں، قانون بھی دیتے ہیں گویا کہ وہ

پوری قوم کے خدا ہوتے ہیں، العیاذ باللہ۔

اسلامی جمہوریت یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے منشا کے نفاذ اور اتمام کے لیے سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں، غور کرتے ہیں، اور عصری حالات کے تقاضوں کے مطابق ملت اسلامیہ کو کتاب و سنت کی روشنی مہیا کرتے ہیں۔ ان میں نا اہلوں کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہوتی، وہ سیاسی سمجھ بوجھ کے مالک، مجتہد، قرآنی علم وعمل کے حامل، دیانتدار اور قابل اعتبار لوگ ہوتے ہیں۔ اگر ان کی رائے قرآن وحدیث سے متصادم ہو جائے تو ترک کر دی جاتی ہے۔ اس میں اس امر کے لیے بھی گنجائش ہوتی ہے کہ صدر مملکت اور شورائیہ سے جب تک نا اہلی اور ناکامی سرزد نہ ہو تو تا آخر ان کی رہنمائی اور قیادت کو ہی برقرار رکھا جائے، آئے دن کی ادھیڑ بن سے جس کی وجہ سے کروڑوں کے حساب سے وقت اور دولت لٹتی ہے، لاکھوں کے حساب سے بددیانتی اور مکاری کے فنون ایجاد ہوتے ہیں اور ان گنت رقابتوں اور دشمنیوں کے لازوال بھوت نمودار ہوتے ہیں، نجات مل جاتی ہے۔

ہمارے نزدیک اسلامی جمہوریہ، صرف ترجمان ہوتی ہے۔ شارع نہیں ہوتی، مغرب میں جس کے اب مسلم مقلد ہیں، جمہوریت کو "خدا اور رسول" کا درجہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ دستور سازی خدا کا حق ہے۔

● ہماری کتاب سیاست کے چند اہم باب

نشہ نہیں، ترشی ہے اسلامی نقطۂ نظر سے "سیاست" نشۂ اقتدار کا نام نہیں بلکہ مسلم کے لیے ایک ایسی ترشی فریضہ ہے، جس کے ہاتھوں ہمارے سربراہ کے دن کا چین، رات کا آرام، خوشی کی مسکراہٹ اور بے فکری کی گھڑیاں کافور ہو جاتی ہیں۔ لوگ سوتے ہیں وہ جاگتا ہے، اس کے دورِ حکومت میں بندگان خدا ہنستے ہیں اور یہ اپنے فرائض کی بجاآوری کی فکر میں گھلتا اور روتا ہے۔

فرائض (۱) اس کی زندگی پوری ملت اسلامیہ کے لیے پورا "اسوۂ حسنہ" ہوتی ہے۔ بے داغ دامن

بے لاگ ذہن، بے لوث کردار، درد و سوز کا مجسمہ اور قول و عمل کے لحاظ سے "تفسیر قرآن" ہونا سربراہ کی صفات حسنہ کی بنیادی چیزیں ہیں ورنہ اسے ملت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام کی رہنمائی کے لحاظ سے نااہل اور ان فٹ تصور کیا جاتا ہے۔

(ب) اسلام کی نشر و اشاعت اسلامی مملکت کا بنیادی فریضہ ہوتا ہے۔ اگر کسی کے دورِ اقتدار میں اسلام کا دائرہ نہیں بڑھا تو اسے ناکام دور خیال کیا جاتا ہے۔

ج۔ اسلامی مکارمِ اخلاق کا تحفظ اور اشاعت کا بندوبست کرنا حکومتِ الٰہیہ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

د۔ توحید کے اتمام اور شرک و بدعت کے استیصال کی طرف توجہ دینا اسلامی نمائندوں کا منصبی فریضہ ہوتا ہے۔

ر۔ ملک کے کمزوروں کی دادرسی اور ان کی مشکلات اور مسائل کو حل کیے بغیر مملکت اسلامیہ کی اسمبلی پر بوجھ بنے رہنے کی کسی کو اجازت نہیں دی جاتی۔

ق۔ دولت اور وسائل دولت کی تقسیم کا عادلانہ نظام قائم کرنا، غیر جانبدار اور جاندار عدلیہ مہیا کرنا ارباب اقتدار کا بنیادی فرض ہوتا ہے تاکہ ملک سے جور و ظلم کا سدباب اور حقوق العباد کی مناسب حفاظت کی جا سکے۔

م۔ پاکیزہ نظام تعلیم کا اہتمام کرنا تاکہ ملک سے ناخواندگی دور ہو، کتاب و سنت سے جہالت کا خاتمہ ہو، ملک و ملت کی دینی اور دنیوی ضروریات کے مناسب حال نوخیز نسل تیار ہو سکے۔

ہدیہ تبریک

جن خوش نصیب احباب کی حج کی درخواستیں ارسال منظور ہوئی ہیں ان کو ادارۂ "محدث" ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔

امید ہے کہ وہ اپنی نیک دعاؤں میں ادارہ کے متعلقین اور مرحوم بزرگوں کو بھی یاد رکھیں گے۔